قرآن کا تصورِ خوف منتخب اُردو تفاسیر کی روشنی میں ایک تحقیقی مطالعہ

A research study on the Quranic Concept of Fair in the light of Selected Urdu Tafaseer

Muhammad Ayub
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan University, Mardan
mayub7997@gmail.com

Badshah Khan
Phd Research Scholar, Department of Islamic Studies, The University of Lahore.
badshahakhandargai123@gmail.com

Dr. Sarzamin Khan
Theology Teacher at GASHS, Maina, Malakand
sarzamin.mscr404@iiu.edu.pk

Abstract:

Fair is inseparable in human nature. Impression of fear arouses and induces protection from impending dangers. This is a shield against dangers. Agony and anxiety of a human heart with a view to some unpleasant and its occurrence in future is known as fear. The opposite of fear is peace. Fear pertains both to this world and the hereafter.The Holy Quran describes a number a number of kinds of fear namely, fear of death, fear of Allah, fear of peace, fear of livelihood, fear of property and assets, fear of sins and fear fellow beings etc. The Holy Quran has circumstantially elucidated this point. It has also prescribed how to come out of this fear. Beside the Holy Quran has discussed the varying interpretations and its application and even its significance. It is there for an imperative to analytically study the approach of fear in the light of selected translations of the Quran, so that the Holy Quran may be studied in the light of modern psychological principles. Every section of human being could benefit and also the need of the hour because of being a vibrant role in purifying and guiding mankind. This article comprises three parts and some sub parts. Recommendations, summery, conclusion and references are enclosed it the end.

Keyword: *Quran, Human Heart, Fear, Selected Interpretations.*

تمہید

حکمتِ خداوندی نے انسان اور حیوان دونوں کو محرکات اور تاثرات سے نوازا ہے۔ محرکات کسی زندہ وجود کو سرگرمی پر آمادہ کرتی ہے اور کردار و عمل کا رخ کسی مخصوص مقصد یا چند مقاصد کی جانب پھیرتی ہیں۔ جبکہ تاثرات کسی بھی حیات کو دوام اور بقاء میں معاون بنتے ہیں۔ خوف (Fair) انسانی فطرت کا جزو لاینفک ہے۔ خوف کا تاثر زندگی کو درپیش خطرات سے تحفظ پر آمادگی اور اُبھار پیدا کرتی ہے۔ یہ خطرات سے بچاؤ کے لئے ڈھال ہے۔ کسی بھی ناگوار طبع چیز کے خیال سے قلب انسانی کا مضطرب اور دردناک ہونا اور مستقبل میں واقع ہونے کا یقین یا اندیشہ ہونے کو خوف کہا جاتا ہے۔ خوف کے بالمقابل امن ہے۔ خوف کا تعلق دنیا اور آخرت دونوں سے ہیں[1]۔

خوف کے جہات:

خوف کی دو جہتیں ہیں: ایک محمود اور دوسرا مذموم۔ خوف محمود یہ ہے کہ انسان شہوات اور خلاف شریعت امور سے بچ کر شریعت کے مطلوب اوامر کی بجاآوری کر کے جادہ اعتدال پر استوار ہو۔ یعنی خوف دل میں چراغ ہے جس سے خیر اور شر کی ایک حد تک تمیز ہوتی ہے۔ خوف مذموم یہ ہے کہ انسان پر قنوطیت کے بجائے ایاس کا غلبہ ہو۔ خوف کی افراط و تفریط ابلیسیت کی بنیاد ہے جو انسان کو راہ ہدایت سے ہٹا کر گمراہی کی طرف لی جاتی ہے۔ خوف کے اپنے حدود ہیں جس کے اندر رہتے ہوئے انسان کے لئے مفید اور اس باہر قدم رکھنا انسان کے نقصان کا باعث بن کر اس کی کمزوری اور نفسیاتی بیماری بن جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ دعا میں فرماتے تھے:

"اللهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُولُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ[2]"

"اے اللہ! ہم آپ سے اس قدر خوف مانگتے ہیں کہ اس سے آپ ہم میں اور معصیت میں حائل ہو جائے"۔

یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ نفسیاتی لحاظ سے خوف اصلاً مقصود نہیں ہے بلکہ کسی دوسری چیز کے حصول میں معان کی حیثیت سے مطلوب ہے۔

---

[1] اصفہانی، ابو القاسم حسین بن محمد الراغب، المفردات فی غریب القرآن، بیروت: دار القلم ۱۴۱۲ھ، ج۱، ص ۳۰۳

[2] البغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود، شرح السنۃ، بیروت: دار صادر، ۱۴۰۳ھ، باب جامع الدعاء، ج5، رقم: ۱۳۷۴

خوف کے کئی درجات ہیں۔ ایک یہ کہ فطری امور کے خلاف کرتے ہوئے وعید اور عذاب خدوندی کو یاد کر کے گناہوں سے بچا جائے یہ درجہ ضروری ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اعمال اور اشغال سے عظمت خداوندی ہر وقت مستحضر اور پیش نظر رکھا جائے یہ درجہ مستحب ہے۔ تیسرا اور غیر اختیاری درجہ وہ ہے کہ خوف کا تاثر اس قدر غالب ہو کہ ختم نہ ہو سکے۔ یہ درجہ دنیاوی امور میں مذموم اور شرعی امور میں محمود ہے لیکن مطلوب نہیں ہے۔

قرآن کریم نے خوف کے کئی اقسام ذکر کئے ہیں مثلاً موت کا خوف، امن کا خوف، رزق کا خوف، اموال اور جائیداد کا خوف، گناہ کا خوف اور انسان کا خوف وغیرہ مذکور ہیں۔ قرآن کریم نے ان پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے نیز اس خوف سے نکلنے کا طریقہ کا اور علاج بھی بتایا ہے۔ اس کے علاوہ خوف کے مختلف معانی اور اس کے اطلاقات (Applications)، نیز خوف کی اہمیت اور ضرورت پر بحث کی ہیں۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ منتخب تفاسیر کی روشنی میں قرآن کے تصور خوف کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے۔ تاکہ قرآن کریم کا مطالعہ جدید نفسیاتی اصولوں کی روشنی میں کی جائے اور امت کا ہر طبقہ اس سے مستفید ہو سکے نیز انسانی تربیت اور تزکیہ میں اس کا بڑا کردار (Role) ہونے کی وجہ سے یہ وقت کی ایک اہم ضرورت بھی ہے۔

اس تحقیقی مقالے کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں منتخب تفاسیر اور ان کے مصنفین کا اجمالی تعارف، دوسرے حصے میں میں خوف کا معنی و مفہوم، حقیقت اور حدود، دوسرے، جبکہ تیسرے حصے میں قرآن کریم کی روشنی میں خوف کے اقسام اور ان کا طریقہ علاج روشنی میں بحث کی جائے گی۔ آخر میں مقالے سے اخذ شدہ نتائج کو ذکر کیا جائے گا۔ حواشی کو انڈ نوٹس کی صورت میں اور مصادر و مراجع کو مقالے کے آخر میں درج کیا جائے گا۔

مبحث اول:

منتخب تفاسیر اور ان کے مصنفین کا اجمالی تعارف

اس مقالے میں تین تفاسیر کو منتخب کیا گیا ہیں جو معارف القرآن (دیوبند مکتبہ فکر)، تدبر قرآن (اصلاحی مکتبہ فکر) اور احسن الکلام (اہل حدیث مکتبہ فکر) ہیں، جن کی روشنی میں قرآن کا تصور خوف پیش پیش کرنی کی کوشش کی گئیں ہیں، نیز قرآن کے تصور خوف کے بارے میں ان تفاسیر کا آپس میں موازنہ بھی کیا گیا ہے۔ ذیل میں ہم ان تفاسیر کا اجمالی تعارف بیان کرتے ہیں۔

ا۔معارف القرآن

تفسیر معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کئی سالوں کی محنت کا نچوڑ ہے۔ آپ نے اس تفسیر کو عمر کے آخری حصہ میں لکھنا شروع کیا تھا۔ ۲جولائی ۱۹۵۴ء کو ریڈیو پاکستان سے درس قرآن بنام "معارف القرآن" کا آغاز کیا گیا جو تقریباً گیارہ سال تک جاری رہا جو سورۃ ابراہیم پر ختم ہو گیا اور درس کہ یہ سلسلہ اس کے بعد بند ہو گیا۔ واضح رہے کہ یہ صرف منتخب آیتوں کا درس تھا جسے بعد میں دوست واحباب کی بار بار اصرار پر ۱۳۸۸ھ میں کتابی صورت میں شدید بیماری کی حالت میں منتقل کرنے اور مستقل لکھنے بنام خدا کا آغاز کیا اور پانچ سال کے طویل عرصے کے بعد ۱۳۹۵ھ اسی بیماری کی حالت میں مکمل ہوا[3]۔ ترجمہ شیخ الہندؒ کا اختیار کیا گیا اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی سلسیس تفسیر کو "خلاصہ تفسیر" کے نام سے آسان تعبیر کے ساتھ ذکر کیا گیا اور آخر میں "معارف ومسائل" کے عنوان کے تحت خود مسائل ارقام فرمائے ہیں[4]۔

مفتی محمد شفیعؒ صاحب کا تعارف

آپ بھارت کے ضلع سہارن پور کے ایک قصبے دیوبند میں ۱۸۹۷ء کو محمد یاسین صاحب کے ہاں پیدا ہوئے[5]۔ ناظرہ قرآن کے حفظ کیا اور اپنے والد سے صرف ونحو کی ابتدائی کتب پڑھے۔ چودہ برس کی عمر میں دارلعلوم دیوبند میں داخل کیا گیا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر سے احادیث مبارکہ پڑھ کر سند فراغت حاصل کیا اور دارالعلوم ہی میں درس وتدریس سے وابستہ ہوئے۔ یکم مئی ۱۹۴۸ء کو آپ نے پاکستان ہجرت کی اور ۱۹۵۱ء میں دارالعلوم کراچی کی بنیاد رکھی[6]۔ احکام القرآن، امداد المفتیین، اسلام کا نظام اراضی اور آلات جدیدہ کے علاوہ آپ کے کئی اہم تصانیف ہیں۔ ۱۰شوال ۱۳۹۶ھ کو کراچی میں وفات پا گئے[7]۔

۲۔تدبر قرآن

---

[3] دیوبندی، مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی: ادارۃ المعارف ۲۰۰۶ء، ج۱، ص۶۷ (ملخصاً)

[4] ایضاً، ج۱، ص۶۸

[5] عثمانی، مفتی محمد تقی، میرے والد میرے شیخ اور ان کا مزاج ومذاق، کراچی: ادارۃ المعارف ۲۰۰۵ء، ص۴۴ (ملخصاً)

[6] معارف القرآن، ج۱، ص۶۲ (ملخصاً)

[7] بخاری، حافظ محمد اکبر شاہ، اکابر علماء دیوبند، کراچی: ادارہ اسلامیات ۱۹۹۹ء، ص۴۵۰

مولانا امین احسن اصلاحی صاحبؒ نے اپنے استاد مولانا حمید الدین فراہیؒ صاحب کے فکر کی ترجمان تھے اور ان ہی کے خطوط پر آپ نے تدبر قرآن کے نام سے نو جلدوں میں جامع تفسیر لکھی۔ آپ خود اس تفسیر کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"یہ استاد مرحوم ہی کے فکر کی توضیح و تکمیل ہے"[8]۔

ترجمہ اور تفسیر کی زبان بہت شگفتہ اور رواں ہے۔ اس کے لکھنے میں تقریباً ۵۵ سال صرف ہوئے۔ یہ تفسیر "تفسیر القرآن بالقرآن" کے اصول پر پیش کیا گیا ہے اور اس میں نظم قرآن و ارتباط قرآن پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ آپ کی قدیم عربی لٹریچر پر گہری نظر تھی، اسی کی بنیاد پر نیز قرآن کے شواہد و نظائر کو مرجع بنایا ہے[9]۔

مولانا امین احسن اصلاحیؒ کا تعارف

مولانا امین احسن اصلاحی ۱۹۰۴ء کو ہندوستان ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاوں کے دو مکتبوں سے حاصل کیا اور اس کے بعد مدرسۃ الاصلاح میں داخل کئے گئے۔ یہاں آپ نے آٹھ سال میں پورا نصاب تعلیم مکمل کیا۔ اردو، فارسی، انگریزی اور عربی زبان پر آپ کو عبور حاصل تھی۔ ۱۹۲۲ء میں آپ سہ روزہ اخبار "مدینہ" بجنور (بھارت) کے نائب مدیر مقرر کئے گئے۔ آپ نے ہفت روزہ "سچ" میں بھی کام کیا۔ ۱۹۲۵ء میں آپ نے اپنے استاد مولانا حمید الدین فراہی صاحبؒ کے ایماء پر صحافت کو چھوڑ کر علم تفسیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے بعد جب جماعت اسلامی کی تاسیس عمل میں آئی تو اس میں شریک ہوے۔ اور ۱۸ جنوری ۱۹۵۸ء کو جماعت اسلامی سے الگ ہو کر تفسیر تدبر قرآن کی طرف متوجہ ہوئے۔

مبادی تدبر قرآن، حقیقت شرک و توحید، حقیقت نماز، اسلامی ریاست اور دعوت دین وغیرہ آپ کی یادگار تصانیف ہیں[10]۔

۳۔ احسن اکلام

---

[8] اصلاحی، مولانا امین احسن، تدبر قرآن، لاہور: فاران فاونڈیشن، اشاعت ہفتم ۱۹۹۹ء، ج۹، ص ۷

[9] ندوی، فیصل احمد، تفسیر اور اصول تفسیر، لکھنو: مکتبۃ الشباب العالمیہ ۲۰۱۶ء، ص ۱۳۷ (ملخصًا)

[10] ایضاً، ص ۱۴۱

تفسیر احسن الکلام پشتو زبان میں نو(۹) جلدوں پر مشتمل ہے جو تقریباً گیارہ(۱۱) سال میں مکمل ہوئی۔[11] اس تفسیر کا آغاز شیخ القرآن مولانا عبد السلام الرستمیؒ نے ۱۹۹۰ء میں جیل سے کیا، جیل ہی میں یہ تفسیر سورۃ یونس تک لکھی گئی، سورۃ التوبہ کے اختتام تک یہ تفسیر ایک ہی جلد میں شائع ہوگئی۔ اس تفسیر میں اختصار سے کام لیا گیا تھا۔ پھر بعد میں ساتھیوں کے اصرار پر شیخ صاحب نے اس پر دوبارہ کام شروع کیا اور پوری تفصیل سے دوبارہ لکھی اور یوں یہ مایہ ناز تفسیر نو(۹) بڑی ضخیم جلدوں میں تکمیل تک پہنچی۔ جس کے کل صفحات ۵۲۲۷ بنتے ہیں۔ اس تفسیر کی آخری طباعت جامعہ عربیہ اشاعت التوحید والسنّہ پشاور سے ۲۰۰۶ء میں شائع ہوئی۔[12] اللہ تعالیٰ نے اس تفسیر کو اتنی مقبولیت عامہ بخشی ہے کہ علماء، طلباء اور عوام حتی کہ آپ کے موافقین و مخالفین سب اس تفسیر سے استفادہ کر رہے ہیں، کیونکہ پشتو زبان میں اس سے قبل اتنی محقق اور علمی مواد پر مشتمل تفسیر نہیں لکھی گئی، جو عالم بھی آج درس قرآن دیتا ہے وہ درس سے قبل اس تفسیر کا مطالعہ ضرور کرتا ہے۔[13] واضح رہے کہ یہ جامع الصفات تفسیر پشتو زبان میں ہے تاہم مقالہ ہذا میں اس کا حوالہ اردو زبان میں دیا جائے گا۔

شیخ القرآن مولانا عبد السلام رستمیؒ کے حالات

آپ کا نام "سید عبد السلام" ہے اور "رستم شیخ صاحب" سے مشہور تھے، ہاشمی خاندان کے چشم وچراغ جنہیں ہمارے ہاں عرف عام میں "سید خاندان" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت اپنے آبائی گاؤں رستم میں ۷ دسمبر ۱۹۳۶ء (۲۳ رمضان ۱۳۵۵ھ) پیر کے دن ہوئی۔ بھائیوں میں آپ سب سے چھوٹے تھے[14]۔ چار سال کی عمر میں آپ کو اپنے علاقہ رستم میں واقع "مدرسۃ فیض الاسلام" کے نام سے پبلک سکول میں داخل کرایا گیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے علاقے کے مختلف علماء اور اکابر سے کسب علم کیا، پھر شاہ منصور (صوابی) گئے اور عبد الہادی شاہ منصورؒ کے درس تفسیر میں شامل ہوگئے، یہ آپ کا تفسیر القرآن کا پہلا باقاعدہ دورہ تھا اور یہی سے آپ نے دورہ تفسیر کی

---

[11] پروفیسر گوہر علی، تذکرہ شیخ القرآن عبد السلام رستمی رحمہ اللہ، (کتابچہ، مطبعہ وسن اشاعت ندارد) ص ۱۱

[12] ایضاً، ص ۱۲

[13] محمد روح اللہ، ابو عامر، توحیدی السلفی، سیرت شیخ القرآن، ص ۸۶، (زیر طبع)

[14] سیّد الابرار ہاشمی، عبد السلام رستمی رحمہ اللہ دژوند حالات (عبد السلام رستمی کے حالات زندگی)، پشاور: ناشر الجامعۃ العربیہ، سیفن چوک کوہاٹ روڈ بڈھ بیر، ص ۳، ۴

پہلی سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد آپ نے راولپنڈی میں شیخ غلام اللہ خانؒ سے دورہ تفسیر پڑھا اس کے بعد درس و تدریس سے وابستہ رہے اور شعبان میں ضلع صوابی کے نامور عالم دین مولانا طاہر پنج پیریؒ سے سند دورہ تفسیر حاصل کیا[15]۔

مبحث دوم:

خوف کا معنی و مفہوم منتخب تفاسیر کی روشنی میں

ابن منظور افریقیؒ نے خوف کی لغوی وضاحت یوں کی ہے:

"الخوف: الفزع ومنه التخويف والإخافة والتخوف، والنعت خائف وهو الفزع"[16]

خوف ڈرنے کو کہتے ہیں اور اسی سے تخویف، اخافۃ اور تخوف ماخوذ ہیں۔ اس کی صفت (اسم فاعل) خائف ہے بمعنی ڈرنے والا۔

مولانا عبد السلام رستمیؒ نے خوف اور حزن کے مابین چند وجوہ سے فرق بیان کیا ہیں جس سے فی نفسہ خوف کا معنی بھی ظاہر ہوتا ہے۔ جو درجہ ذیل ہیں:

(الف) خوف کا تعلق مستقبل سے ہے جبکہ حزن کا تعلق گزشتہ زمانے کے ساتھ ہے۔

(ب) خوف اور حزن دونوں کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہیں لیکن خوف کسی مطلوب اور مقصود چیز کے گم ہونے پر اور حزن کسی محبوب چیز کے گم ہونے پر ہوتا ہے۔

(ج) خوف عذاب سے تعلق رکھتا ہے اور حزن عدم ثواب پر ہوتا ہے۔

(د) خوف اس درد کو کہا جاتا ہے جو کسی متوقع ناپسندیدہ کام یا کسی محذور چیز سے دل کو لاحق ہو جائے اور حزن اس درد کو کہا جاتا ہے جو مطلوب چیز کے گم ہونے یا محبوب چیز کے فوت ہونے پر دل کو لاحق ہو[17]۔

مولانا امین احسن اصلاحیؒ خوف کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[15] ایضاً، ص ۱۵، ۱۴

[16] افریقی، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، بیروت: دار صادر ۱۴۱۴ھ، فصل الخاء المعجمه، ج ۹، ص ۹۹

[17] رستمی، شیخ ابوزکریا عبد السلام، احسن الکلام، پشاور: جامعہ عربیہ لاشاعۃ التوحید والسنۃ ۲۰۰۵ء، ج ۱، ص ۲۱۵

خوف کسی پیش آنے والے خطرے کا ہوا کرتا ہے اور حزن ماضی یا حاضر کے کسی خسارے کا۔ ایسی جگہ جہاں نہ ماضی کا کوئی غم ہو اور نہ مستقبل کا کوئی خطرہ، جنت ہی ہو سکتی ہے۔ غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ جنت کی تعبیر کے لئے یہ الفاظ بہت جامع ہیں[18]۔

مفتی محمد شفیعؒ خوف کے بارے میں لکھتے ہیں:

خوف آئندہ پیش آنے والی کسی تکلیف اور مصیبت کے اندیشہ کا نام ہے اور حزن کسی مقصد و مراد کے فوت ہو جانے سے پیدا ہونے والے غم کو کیا جاتا ہے[19]۔

خوف کے فوائد

خوف انسانی زندگی کا ایک اہم تاثر ہے۔ خوف کا وجود انسانی زندگی میں انتہائی ضروری بھی ہے۔ دنیا میں کوئی بھی انسان خوف سے چھٹکارا نہیں پا سکتا، جیسا کہ کہا گیا ہے۔

؎ دریں دنیا کسے بے غم نباشد
وگر باشد بنی آدم نباشد

خوف نہ صرف دنیاوی زندگی کے اندر انسان کو درپیش خطرات سے بچاو پر آمادہ کرتا ہے، بلکہ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ بندہ مومن کو آخرت میں اللہ کے عذاب سے محفوظ رہنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف، معاصی سے گریز، تقویٰ شعاری، عبادت اور مرضیات الٰہی کی پابندی پر مومن کو آمادہ کرتا ہے۔ اس سلسلے میں شیخ القرآن مولانا عبد السلامؒ رقم طراز ہے:

"خوف سے مراد ایسا ڈر جس سے انسان کسی غلط کام سے منع ہو سکے، یہ خوف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے"[20]۔ لیکن جب کسی انسان کے اندر خوف کی زیادتی ہو جاتی ہے اور بہت سی ان چیزوں سے بھی وہ خوف کھانے لگتا ہے جن میں ان کے لئے حقیقی خطرات نہیں ہوتے تو ایسی صورت میں خوف اس کے لئے مضر ہو جاتا ہے، اسی طرح بے شمار خوف عموماً شخصیت کے اضطراب کی دلیل ہوتے ہیں۔

---

[18] اصلاحی، مولانا امین احسن، تدبر قرآن، ج ۱، ص ۱۷۰

[19] معارف القرآن، ج ۱، ص ۲۰۲

[20] احسن الکلام، ج ۱، ص ۹۴

مبحث سوم: قرآن کریم کی روشنی میں خوف کے اقسام اور ان کا طریقہ علاج

قرآن کریم نے خوف کے کئی اقسام ذکر کیں ہیں، جو درجہ ذیل ہیں:

1. خوف الٰہی (Fair from Allah)

خوف الٰہی انسان کو ڈرانے کی بجائے عمل اور یقین پر آمادہ کرتی ہے[21]، اس خوف میں آنے والی ناپسندیدہ چیز سے بچنا مقصود ہوتی ہے جس میں ایک نوع کی شفقت اور محبت بھی پائی جاتی ہے۔ یہ خوف انسان کو اور چیزوں کے بارے میں نڈر اور بہادر بناتی ہے۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے فرمایا ہے:

ع جو بچنا ہو غموں سے آپ کا دیوانہ ہو جائے

اس کی مثال والدین کی اپنے بچوں کو ڈرانا ہیں، جو یقیناً ان کے فائدے ہی کے لئے ہوتی ہے نیز اس میں شفقت و محبت بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ[22]"

ان کے پہلو بستر سے الگ رہتے ہیں۔ وہ اپنے پروردگار کو ڈر اور امید سے پکارتے ہیں اور ہم نے جو کچھ ان کو عطاء کیا ہے، ان میں سے خرچ کرتے ہیں۔

یعنی ان لوگوں پر خدا کے حضور پیشی اور آخرت کے باز پرس کا خوف چونکہ ہر وقت طاری رہتا ہے اس وجہ سے وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اور بستروں کی لذت اور راحت سے اپنے کو محروم رکھ کر اپنے رب کو پکارتے اور ان کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ یہ ڈرتے بھی اسی سے ہیں، اور امید بھی اس سے رکھتے ہیں اور جو کچھ خدا نے ان کو بخشا ہے اس میں سے خدا کی راہ میں وہ خرچ کرتے ہیں[23]۔

حضرت مفتی صاحبؒ خوف اور خشیت الٰہی (سورۃ فاطر، آیت ۲۸ کے تحت) تحریر فرماتے ہیں:

---

[21] سورۃ فاطر ۳۵:۱۸

[22] سورۃ السجدہ ۳۲:۱۲

[23] تدبر قرآن، ج، ص

جس طرح ثمرات، پہاڑ، حیوانات اور انسان مختلف رنگوں پر منقسم ہیں اسی طرح خشیت اور خوف الٰہی میں بھی لوگوں کے درجات مختلف ہیں، کسی کو اس کا اعلیٰ درجہ حاصل ہے کسی کو کم، اور مدار اس کا علم پر جس درجہ کا علم ہے اس درجہ کی خشیت اور خوف بھی[24]۔

مولانا امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں:

جس طرح ہر جانور سے دودھ کی توقع نہیں کی جاسکتی اسی طرح ہر آدمی سے خدا کی خشیت اور خوف کی توقع بھی نہیں رکھنی چاہئے۔ اللہ کے بندوں میں اس سے ڈرنے والے وہی بنیں گے جن کے اندر علم و معرفت کی روشنی ہوگی۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس کو خدا کی معرفت حاصل ہے اس کے اندر لازماً خدا کی خشیت اور خوف بھی ہوگی[25]۔

2. موت کا خوف (Fair of Death)

قرآن کریم کے مطابق یہود ہزار برس تک جینے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ موت سے نفرت اور خوف ان کی سرشت میں داخل ہے اور یہ لوگ حیات دنیا میں مگن رہتے ہیں[26]۔ یہود اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اولاد اور محبوب کہتے تھے[27]، نیز یہ کہ یہودیوں کے بغیر جنت میں کوئی نہیں جائے گا اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ اور مامون ہیں[28]۔ اللہ تعالیٰ ان کے دعویٰ کے جواب میں فرمایا کہ ٹھیک ہے پھر ان کو چاہئے کہ موت کی تمنا کریں۔ لیکن یہ لوگ خاموش رہیں قرآن نے پیشن گوئی کی کہ یہ لوگ موت کی تمنا ہر گز نہیں کریں گے[29]۔

کسی کو بھی کسی صورت میں موت سے بھاگنا ممکن نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بشر کے وقت (اجل) کو مقرر فرمایا ہے، جس میں تاخیر کی کوئی گنجائش نہیں۔ ارشاد ہے:

---

[24] معارف القرآن، ج۷، ص۳۳۶

[25] تدبر قرآن، ج۶، ص۳۷۷، ۳۷۶

[26] سورۃ البقرۃ ۲:۹۶

[27] سورۃ المائدہ ۵:۱۸

[28] سورۃ البقرۃ ۲:۱۱۱

[29] سورۃ الجمعہ ۶۲:۸

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ[30]

"(اے رسول!) ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی انسان کے لئے ہمیشہ زندہ رہنے کا فیصلہ نہیں کیا"۔

جنگ کے حالات خصوصاً میدان جنگ میں بھیجی جانے والی فوج کے درمیان موت کا خوف زیادہ واضح نظر آتا ہے، جنگ و قتال سے منافقین کے خوف کا ذکر کرتے ہوئے قرآن فرماتے ہیں:

"فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَى[31]"

پھر جن ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے اللہ کی طرح؛ بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھ کر ڈرتا ہے ان لوگوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہم پر آپ نے جہاد کیوں فرض کر دیا؟ کیوں نہ ہم کو قریبی مدت تک مہلت دی؟؟ آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے اور تقویٰ اختیار کرنے والے کے لئے آخرت (کہیں) بہتر ہے۔ ہاں جو چیزیں عادۃ موت کا سبب ہوتی ہے ان سے فرار مقتضائے عقل بھی ہے اور مقتضائے شرع بھی۔ رسول اللہ ﷺ ایک جھکی ہوئی دیوار کے نیچے سے گذرے تو تیزی کے ساتھ نکل گئے اسی طرح حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب محسوس کیا کہ قوم فرعون ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو وہاں سے بھاگ کر مدین کا رخ کر لیا اور موت سے اپنے آپ کو بچایا۔ جہاں کہیں آگ لگ جائے وہاں سے نہ بھاگنا عقل و شرع دونوں کے خلاف ہے[32]۔

موت کے خوف کا تدارک

قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا کی زندگی فانی ہے اور اس کی نعمتیں زوال پذیر ہیں، آخرت کی زندگی ہی باقی رہنے والی ہے اور وہاں کی نعمتوں کو زوال اور فنا نہیں ہے[33]۔ موت صرف ایک مرحلہ ہے جو انسان حیات فانی سے حیات جاودانی کی طرف منتقل کر دیتی ہے اس لئے سچا مومن موت سے خوف نہیں کھاتا اسے یقین ہوتا ہے کہ موت اسے ایسی پائیدار اور دائمی زندگی کی نعمتوں تک پہنچادے گی جس کا اللہ نے تقویٰ شعار بندوں سے وعدہ فرمایا ہے:

---

[30] سورۃ الانبیاء ۲۱:۳۴

[31] سورۃ النساء ۴:۷۷

[32] معارف القرآن، ج ۶، ص ۴۳۸

[33] سورۃ الغافر ۴۰:۳۹

"وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ[34]"

"اور یہ دنیوی زندگی تو محض کھیل کھود ہے اور عالم آخرت ہی اصل زندگی ہے، کاش! وہ لوگ اس بات کو سمجھتے"۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

"وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ[35]"

"دنیا کی زندگی تو محض کھیل تماشہ ہے اور یقیناً اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے آخرت کا ٹھکانہ ہی بہتر ہے، کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟"۔

سچے مومن کو موت کی حقانیت پر کامل یقین ہوتا ہے، ایک قطعی حقیقت کے طور پر بغیر خوف و گھبراہٹ کے وہ موت کا استقبال کرتا ہے اسے علم ہوتا ہے کہ یہ دنیاءے ارضی زوال پذیر ہے اور موت ہی اسے خلود و بقاء کی زندگی تک پہنچادے گی[36]۔

موت سے بے خوفی اور راہ خدا میں جہاد و سرفروشی کی تمنائے فزوں کی وجہ سے مسلمانوں کو مسلسل فتح و نصرت حاصل ہوتی گئی اور بڑی سرعت کے ساتھ اسلام کا ڈنکا پورے عالم میں بجنے لگا۔

3. رزق کا خوف (Fair of Economy)

رزق اور فقر کا خوف عارضی ہوتا ہے جو قرآن کریم کے مطابق شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ ارشاد ہے:

"الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ[37]"

یعنی شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے۔

لیکن اس خوف کے نتائج بھیانک ہے جو انسان کو قتل اولاد جیسے گھناونا جرم کرنے پر بھی آمادہ کرتا ہے۔

"وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا[38]"

---

[34] سورۃ عنکبوت ۲۹:۶۴

[35] سورۃ الانعام ۶:۳۲

[36] سورۃ آل عمر آن ۳:۱۸۵

[37] سورۃ البقرۃ ۲:۲۶۸

[38] سورۃ الاسراء ۱۷:۳۱

اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشے سے مار نہ ڈالو، ہم ہی ان کو بھی روزی دیتے ہیں اور تم کو بھی، یقیناً ان کو مار اڈالنا بہت بڑی غلطی ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحیؒ صاحب فرماتے ہیں:

یہ ان مزاحمتوں کی طرف اشارہ ہے جو شیطان اور اس کی ذریات کی طرف سے انفاق کی راہ میں پیش آتی ہیں۔ آدمی جب کسی نیک کام میں خرچ کا ارادہ کرتا ہے تو شیطان اور اس کا ایجنٹ اس کو دو طرح اس کے ارادے سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک تو مستقبل کے موہوم خطرات سے اس کو ڈراتے ہیں کہ فلاں اور فلاں مشکل کام اس کے آگے پڑے ہیں اس سے وہ اپنے ہاتھ روکے رکھے، ورنہ سخت دشواریوں میں پھنس جائے گا۔ دوسرے اس کو عیاشی، مے نوشی، سینما بینی اور اسراف اور تبذیر کی دوسری لتوں میں پھنساتے ہیں تاکہ اعلیٰ مقصد میں خرچ کرنے کے لئے کوئی گنجائش اس کے پاس ہی باقی نہ رہ جائے[39]۔

شیخ القرآن مولانا عبد السلامؒ صاحب لکھتے ہیں:

یہاں یَعِدُکُمُ ڈرانے کے معنی میں ہیں اور شیطان عام ہے خواہ انسی ہو یا جنی بلکہ نفس امارۃ بالسوء کو بھی شامل ہیں۔ شیطان انسان کو مال خرچ نہ کرنے کے وسوسے ڈالتے ہیں کہ اگر مال خرچ کروں گے تو فقیر بن جاوں گے۔ یہاں فقر کی تخویف کو امر فحشاء پر مقدم کیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بخل جملہ عقلاء کے نزدیک مذموم ہے تو شیطان اس کام کے انجام دہی میں زیادہ زور صرف کرتا ہے[40]۔

فقر اور زرق کے خوف کا تدارک

قرآن کریم ہمیں فقر اور زرق کے خوف سے بھی روکتا ہے وہ بتاتا ہے کہ زرق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور اختیار میں ہے وہ زبردست قوت والا رزاق ہے۔ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ[41] اللہ تو خود ہی رزاق ہے بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ[42] آسمان ہی میں تمہارا رزق ہے اور وہ چیز بھی جس کا تم

---

[39] تدبر قرآن، ج ۱، ص ۴۶۱

[40] احسن الکلام، ج ۱، ص ۳۳۹، ۳۳۸

[41] سورۃ الذرایات ۵۱:۵۸

[42] سورۃ الذرایات ۵۱:۲۲

سے وعدہ کیا جارہا ہے۔ يَاأَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ[43] اے لوگو! اپنے آپ پر اللہ کی نعمت کو یاد کرو، کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور پیدا کرنے والا ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی دے دے؟ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پھر تم کہاں بھٹکے پھر رہے ہو؟

مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

رزق کا آسمان میں ہونے سے مراد لوح محفوظ کے اندر لکھنا ہونا مراد ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہر انسان کا رزق اور جو کچھ اس سے وعدے کئے گئے اور اس کا جو انجام ہونا ہے وہ سب لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

حدیث میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے[44] کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے مقررہ رزق سے بچنے اور بھاگنے کی کوشش کرے تو رزق اس کے پیچھے پیچھے بھاگے گا، جیسے موت سے انسان بھاگ نہیں سکتا ایسے ہی رزق سے بھی فرار ممکن نہیں[45]۔

4. امن کا خوف(Fair of Peace)

کسی بھی معاشرے کا وجود اور بقاء امن ہی میں مضمر ہے۔ امن اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے سب سے بڑا نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قریش مکہ پر اپنی نعمت امن کو جتایا جو وہ نہایت اطمینان اور امن کے ساتھ ہر سال میں دو تجارتی سفر کیا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مکہ مکرمہ میں امن کی دعا کی تھی[46]۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[43] سورۃ فاطر ۳۵:۳

[44] الاعرابی،ابوسعید احمد بن محمد،معجم ابن الاعرابی،سعودی عرب:دار ابن جوزیؒ۱۹۹۷ء،باب الجیم،رقم۱۴۷۹۔قرطبی،ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد،الجامع لاحکام القرآن،قاہرہ:دار الکتب المصریہ ۱۳۸۴ھ،ج۱۷،ص۴۳

[45] معارف القرآن،ج۸،ص۱۶۳،۱۶۲

[46] سورۃ قریش:۱۰۶

"وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ[47]"

اللہ ایک مثال بیان فرماتے ہیں: ایک بستی امن اور اطمینان کی حالت میں تھی، ہر جگہ سے وہاں کھانے کا سامان بہ فراغت آیا کرتا تھا، پھر انھوں اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی؛ چنانچہ اللہ نے ان کو ان کی حرکتوں کی وجہ سے بھوک اور خوف مسلط ہو جانے کا مزہ چکھایا۔

مولانا امین احسنؒ اصلاحی لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے قوم سبا پر بہت بڑا فضل و کرم کیا تھا۔ دورویہ سرسبز وشاداب باغوں کی قطار تھی، نہر تھی، چشمے تھے لیکن اس کے باشندوں نے اللہ کی ناشکری اور اس کی نعمتوں کی ناقدری کی تو اللہ کا عذاب ایک بے پناء سیلاب کی شکل میں نمودار ہوا اور اس نے سب کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفران نعمت کی پاداش میں ان کو بھوک کا مزہ چکھایا اور امن واطمینان کی جگہ ان کو خوف اور خطرے کا جامہ پہنایا"[48]۔

مفتی صاحب فرماتے ہیں:

لباس بھوک اور خوف کا ان کو چکھایا گیا، حالانکہ لباس چکھنے کی چیز نہیں ہے مگر یہاں لباس کا لفظ محیط اور ہمہ گیر ہونے کے لئے تشبیہاً استعمال ہوا ہے کہ یہ بھوک اور خوف ان سب کے سب پر ایسا چھا گیا کہ جس طرح لباس بدن کے ساتھ لازم وملزوم ہو جاتا ہے، یہ بھوک اور خوف بھی ان پر اسی طرح مسلط کر دیئے گئے[49]۔

حصول امن

امن کے حصول کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اہم امور کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔ اگر کوئی واقعی امن کا خواہاں ہو تو اسے انیتوں پر غور کرنا چاہءے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ۔ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ

جوع سے مراد کسی علاقے کی وہ خاص حالت ہے جو غذائی اشیاء اور اجناس کی قلت یا نایابی سے پیدا ہوتی ہے، اسی طرح خوف سے کسی علاقے کی وہ حالت مراد ہے جو امن وامان کے فقدان اور جان ومال کے عدم تحفظ سے رونما ہوتی

---

[47] سورۃ النحل ۱۶:۱۱۲

[48] تدبر قرآن، ج۶، ص۲۵۸

[49] معارف القرآن، ج۵، ص۴۱۱

ہے۔یہ دونوں لفظ قرآن مجید میں اس خاص مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔یہی بات جامع الفاظ میں اس سورت میں فرمائی ہے کہ وہ اس گھر کے خداوند کی عبادت کریں جس نے غذائی اجناس کے نایابی کے سبب ان کے لئے امن وامان فراہم کر دیا۔مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں ان کو اس سرزمین میں حاصل ہیں تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی سے حاصل ہیں۔ان کے سبب سے استکبار میں مبتلاء ہونے کی بجائے ان پر اپنے رب کا شکر واجب ہے اور شکر کا تقاضا رب کی بندگی اور عبادت ہے نہ کہ نافرمانی وسرکشی[50]۔

5. اموال کا خوف(Fair of Property)

مال ودولت،کاروبار واسباب اور اولاد وغیرہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر عظیم نعمتیں ہیں اور یہ چیزیں آزمائش کے طور پر انسان کو ملیں ہیں۔ہر شخص ان امور میں آزمائش میں ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ[51]"

اور ہم تم کو خوف،بھوک،مال،جان اور پھلوں کے نقصان سے کچھ ضرور آزمائیں گے۔

انسان جب کسی نعمت کے مل جانے پر شیخی پر اتر آئے نازاں ہو اور کھو جانے کے ڈر سے بخل سے کام لے یا نقصان کی صورت میں انتہائی رنج وغم کا اظہار کرے تو اس کا یہ انداز یہ وضاحت کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ سب کچھ اس کی کوششوں کا نتیجہ ہے،اور پھر وہ اموال کے ضائع ہونے کی خوف کی وجہ سے حوس وحرص میں گرفتار ہو جاتا ہے۔اور ساتھ ہی بے حد بخل سے بھی کام لیتا ہے۔اس کا نقشہ بلیغ قرآن نے یوں کھینچا ہے:

"اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ[52]"

جان لو کہ دنیا کی زندگی تو کھیل تماشہ،ظاہری ٹیپ ٹاپ،ایک دوسرے پر فخر اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش ہے۔

امین اصلاحی صاحب نقض اموال اور انفس کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

---

[50] تدبر قرآن،ج۹،ص۵۷۶

[51] سورۃ البقرہ۲:۱۵۵

[52] سورۃ حدید۵۷:۲۰

"اس کے بعد مال اور جان کی کمی کی طرف اشارہ فرمایا اس لیے کہ جنگ و جہاد میں یہی دونوں چیزیں وسیلہ کار بنتی ہے جس کے سبب سے سب سے زیادہ قربانی انہی کی دینی پڑتی ہے نیز امن واطمینان کے فقدان کے سبب سے یہ اس نگہداشت سے بھی محروم ہو جاتی ہے جو ان کی نشو نما کے لئے ضروری ہے"[53]۔

اموال کے خوف کا تدارک

مال و دولت کو عطیہ خداوندی سمجھنا چاہئے۔ اور یہ کہ اموال واسباب، جائیداد اور دوسرے زینت حیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہیں۔ آخرت کی زندگی کو سنوارنے کے لئے دنیا میں مال واسباب کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ[54]"

(اور ہم نے یہ بات اس لئے بتادی ہے) کہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے، تم اس پر رنج نہ کرو اور جو کچھ اللہ تم کو عطا فرمائیں، اس پر اتراؤ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ[55]"

اور تم کو جو کچھ بھی نعمت حاصل ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں:

ان سب باتوں کو دیکھنے سمجھنے کے بعد ایک عاقل و بصیر انسان کے لئے اس کے سواء کوئی نتیجہ دنیا کے بارے میں نہیں رہ سکتا کہ وہ ایک دھوکہ کا سرمایہ ہے اصلی سرمایہ نہیں جو آڑے وقت میں کام آسکے پھر آخرت کے عذاب وثواب اور دنیا کی بے ثباتی کا لازمی اثر یہ ہونا چاہئے کہ انسان دنیا کی لذتوں میں منہمک نہ ہو کر آخرت کی نعمتوں کی زیادہ فکر کرے[56]۔

مولانا امین احسن صاحبؒ لکھتے ہیں:

---

[53] تدبر قرآن، ج۱، ص۳۸۱

[54] سورۃ حدید ۲۳:۵۷

[55] سورۃ النحل ۵۳:۱۲

[56] معارف القرآن، ج۸، ص۳۱۶

اس حقیقت کی یاد دہانی اس لئے کرائی جارہی ہے کہ نہ تم کسی چیز کے فوت ہونے پر غم کرو اور نہ کسی چیز پر جو تمہیں ملے اتراو اور فخر کرو، بلکہ اس عقیدے کی روشنی میں تمہارا کردار یہ ہونی چاہئے کہ تمھیں کوئی جانی یا مالی نقصان پہنچے تو اس پر صبر کرو کہ یہ نوشتہ تقدیر کے مطابق پہنچا ہے اور اسی میں اللہ کی حکمت ہے اگر کوئی نفع پہنچے تو اس پر اپنے رب کے شکر گزار بنو کہ اسی نے تمہیں اپنے فضل سے نوازا ہے۔ اس گھمنڈ میں مبتلاء ہو کر اترانے نہ لگو کہ یہ تمہاری تدبیر و قابلیت کا ثمرہ اور تمہارے استحقاق کا کرشمہ ہے[57]۔

مال و دولت پر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرنا چاہئے اور اگر مال و دولت نہ ہو تو صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنا چاہئے اور ہر حال میں ہمت اور استقلال سے کام لینا چاہئے۔ ارشاد الٰہی ہے:

"مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا[58]"

یعنی اگر تم شکر گذار بنو اور ایمان لاؤ تو خدا کو تمہیں عذاب دینے سے کیا کام ہے؟ اور اللہ قدر داں اور خوب جاننے والے ہیں۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ[59]"

اگر تم شکر ادا کروگے تو تمہیں اور عطاء کروں گا اور اگر ناشکری کروں گے تو یقیناً میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔

خلاصہ و نتائج البحث

خوف (Fair) انسانی فطرت کا جزو لاینفک ہے۔ خوف کا تاثر زندگی کو درپیش خطرات سے تحفظ پر آمادگی اور اُبھار پیدا کرتی ہے۔ یہ خطرات سے بچاؤ کے لئے ڈھال ہے۔ کسی بھی ناگوار طبع چیز کے خیال سے قلب انسانی کا مضطرب اور دردناک ہونا اور مستقبل میں واقع ہونے کا یقین یا اندیشہ ہونے کو خوف کہا جاتا ہے۔ خوف کے بالمقابل امن ہے۔ خوف کی دو جہتیں ہیں: ایک محمود اور دوسرا مذموم۔ خوف محمود یہ ہے کہ انسان شہوات اور خلاف شریعت امور سے

---

[57] تدبر قرآن، ج۹، ص۲۲۴

[58] سورۃ النساء ۱۴۷:۴

[59] سورۃ ابراہیم ۷:۱۴

بچ کر شریعت کے مطلوب اوامر کی بجاآوری کر کے جادہ اعتدال پر استوار ہو۔یعنی خوف دل میں چراغ ہے جس سے خیر اور شر کی ایک حد تک تمیز ہوتی ہے۔خوف مذموم یہ ہے کہ انسان پر قنوتیت کے بجائے ایاس کا غلبہ ہو۔

خوف کے کئی درجات ہیں۔ایک یہ کہ فطری امور کے خلاف کرتے ہوئے وعید اور عذاب خدوندی کو یاد کر کے گناہوں سے بچا جائے یہ درجہ ضروری ہے۔دوسرا درجہ یہ ہے کہ اعمال اور اشغال سے عظمت خداوندی ہر وقت مستحضر اور پیش نظر رکھا جائے یہ درجہ مستحب ہے۔تیسرا اور غیر اختیاری درجہ وہ ہے کہ خوف کا تاثر اس قدر غالب ہو کہ ختم نہ ہو سکے۔یہ درجہ دنیاوی امور میں مذموم اور شرعی امور میں محمود ہے لیکن مطلوب نہیں ہے۔
قرآن کریم نے خوف کے کئی اقسام ذکر کئے ہیں مثلاً موت کا خوف،امن کا خوف،رزق کا خوف،اموال اور جائیداد کا خوف،گناہ کا خوف اور انسان کا خوف وغیرہ مذکور ہیں۔قرآن کریم نے ان پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے نیز اس خوف سے نکلنے کا طریقہ کا اور علاج بھی بتایا ہے۔اس کے علاوہ خوف کے مختلف معانی اور اس کے اطلاقات (Applications)،نیز خوف کی اہمیت اور ضرورت پر بحث کی ہیں۔

اس مقالے میں تین تفاسیر کو منتخب کیا گیا ہیں جو معارف القرآن (دیوبند مکتبہ فکر)،تدبر قرآن (اصلاحی مکتبہ فکر) اور احسن الکلام (اہل حدیث مکتبہ فکر) ہیں،جن کی روشنی میں قرآن کا تصور خوف پیش پیش کرنی کی کوشش کی گئیں ہیں،نیز قرآن کے تصور خوف کے بارے میں ان تفاسیر کا آپس میں موازنہ بھی کیا گیا ہے۔

تجاویز و سفارشات

مقالہ ہذا پر تحقیقی کام کرنے کے بعد مقالہ نگار اس نتیجہ پر پہنچا کہ:

- خوف انسانی فطرت کا جزو لاینفک ہے۔اس کی افراط و تفریط دنیا اور آخرت دونوں حوالوں سے نقصان دہ ہے۔
- انسانی شخصیت تب متوازن ہو سکتی ہے جب انسان میں خوف کا تصور متوازن ہو۔
- جدید نفسیاتی اصولوں اور اطلاقات کی روشنی میں خوف کی انسانی کردار اور شخصیت پر بحث و تحقیق ہونی چاہئے۔

- خوف اور اسی طرح دوسری انسانی تاثرات پر لوگوں میں شعور و آگہی بیدار کرنی چاہئے، نیز یہ اصطلاحات جدید انسانی تربیتی مراکز میں شامل ہونی چاہئے۔
- خوف اور اس کا قرآنی تصور کے موضوع اور عنوان پر ایم فل کی سطح پر تحقیق بھی ہونی چاہئے۔